مقصدِ حیات

اور

مومن کی بلند سوچ

از

فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ

(امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

خطبہ جمعہ

بمقام: مسجد اہل حدیث، ناسک

بتاریخ: ۱۵/ربیع الاول ۱۴۴۳ھ، مطابق ۲۲/اکتوبر ۲۰۲۱ء

تفریغ:

الطاف الرحمن سلفی

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا. مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ، فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ،و أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران:۱۰۲]

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء:۱]

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب:۷۰، ۷۱]

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ، وَخَيْرَ الْهُدَى هُدَىُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وكُلَّ ضلالةٍ في النارِ.

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ [التوبۃ:۱۱۱]

مقصدِ حیات:

دینی بھائیو، بزرگو، عزیز نوجوانو، اسلامی ماؤ اور بہنو!!

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو، سارے مردوں اور عورتوں کو بلکہ سارے جناتوں اور انسانوں کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، یہ سوچ اور عقیدہ جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی ہمارے حالات درست ہو جائیں گے، ہر مسئلے کی تفصیل بناتا اور ڈیٹیل جاننا ضروری ہے لیکن اس سے پہلے جب تک بنیادی مسئلہ ذہن میں نہیں رہتا تفصیلات مفید نہیں ہوتیں۔

وہ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ہمارے ظاہری اور باطنی سارے اعمالؔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونے چاہئے، جب آدمی اللہ کی رضا کے لئے کام کرتا ہے' تو اس کا اپنے نفس کو راضی کرنے نہ کرنے یا راضی ہونے نہ ہونے کا مسئلہ نہیں رہتا۔

اللہ کی رضا میں راضی رہیں:

بہت سارے موقعے ایسے پیش آتے ہیں کہ جس میں ہمارا دل راضی نہیں ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے، بہت سارے موڑ ایسے آتے ہیں' کہ جہاں ہمارا دل کچھ کہتا ہے اور شریعت کچھ اور کہتی ہے، لیکن بندہ جب یہ سمجھتا ہے کہ ہم شریعت کے تابع ہیں، ہم اللہ کی بندگی کے لئے ہیں، ہم پر اس کے حکم کی فرمابرداری لازم ہے، لہٰذا ہمیں اپنے آپ کو اور اپنے دل کو منانا لازم ہے۔

بیٹے کی جدائی اور اللہ کے فیصلے پر رضامندی:

ایک چھوٹی سی مثال دیکھئے! نبی اکرم ﷺ کے یہاں جتنی نرینہ اولاد پیدا ہوتی تھی' بچتی نہیں تھی، ان کی وفات ہوجاتی تھی، ابراہیم پیدا ہوئے وہ بھی دو سال کے اندر وفات پا گئے، لیکن دیکھئے آپ ﷺ کیا کہتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ: ''إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ، وَالقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ '' [صحیح البخاری: ۱۳۰۳، صحیح مسلم: ۲۳۱۵] اپنے بیٹے کی جدائی پر دکھی ہوں، آنکھ سے آنسو جاری ہے، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں، چنانچہ زبان سے وہی کچھ کہہ سکتا ہوں جس سے ہمارا رب راضی ہے۔ ایسا موڑ آپ کی زندگی میں قدم قدم پر آتا ہے۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا اور تسلیم ورضا کی اعلیٰ مثال:

اسی طرح دیکھئے! ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیٹا وفات پا گیا ہے، اور شوہر نماز کے لئے گیا ہوا ہے، اللہ کی رضا پر راضی رہنے والی ایک ماں کا دل دیکھئے، بیٹا پہلے سے گھر میں بیمار تھا وہ مرگیا ہے، شوہر نماز کے بعد گھر آتا ہے، ابوطلحہ پوچھتے ہیں کہ بیٹے کا حال کیا ہے؟ تو بیوی کہتی ہیں کہ پہلے سے بہت بہتر ہے، یعنی دنیاوی مشکلات سے نکل کر کے وہ آخرت کی راہ میں چلا گیا ہے' اس معنی میں انہوں نے کہا پہلے سے بہتر ہے۔ اور اس ماں کا دل دیکھے جو اللہ کے فیصلے پر راضی ہے، اس کے پاس گھر میں جو کچھ ما حضر تھا شوہر کو کھلا دیا، اور شوہر کے لئے خوب سج سنور کر تیار ہوئی، شوہر نے حاجت پوری کی، اس کے بعد رات میں خاتون اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ آپ یہ بتائیے کہ اگر کسی کی امانت کسی کے پاس ہو اور وہ امانت والا اپنی امانت مانگے لیکن جس کے پاس امانت رکھی ہے' وہ لوٹانا ناپسند کرے' تو کیسا رہے گا؟ تو حضرت ابوطلحہ کہتے ہیں یہ بات صحیح نہیں، بری بات ہے، جس کی امانت ہے اور وہ مانگ رہا ہے تو اس کو لوٹانا

ضروری ہے، لہذا اسے بخوشی لوٹانا چاہیئے، یہ تمہیدی کلمات کہہ کر وہ خاتون کہتی ہیں کہ وہ امانت جو اللہ نے ہمیں بیٹے کی شکل میں دی تھی اس کو ہم سے واپس لے لی ہے۔ [دیکھئے: صحیح مسلم: ۲۱۴۴]

واقعات سبق کے لئے ہوتے ہیں:

دینی بھائیو! اس طرح کے واقعات خالی واقعات نہیں ہیں، یہ سبق ہیں حقیقت میں، یہ سبق ہیں کہ اللہ تعالی کے فیصلے پر راضی رہو، اور بندہ راضی اسی وقت ہوسکتا ہے' جب وہ یہ سمجھتا ہو کہ ہماری زندگی و موت، ہماری صحت و بیماری، غریبی امیری، ہرطرح کے اونچ نیچ سب اللہ کی طرف سے ہیں، یہ سب اللہ کے فیصلے کی طرف سے ہے، اور اللہ کی رضا میں راضی رہنا عبادت ہے۔

اللہ کی رضا کا متلاشی:

بندہ جب اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے تو اسے لوگوں کی رضامندی اور ناراضگی کی - اگر ناجائز ڈھنگ سے ہو تو - اسے پروا بھی نہیں کرنی چاہیئے، ہاں اگر ایک آدمی کسی شرعی وجہ سے ناراض ہوتا ہے، تو جس سے ناراض ہوا ہے اس کو اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے، لیکن اگر کوئی بلا وجہ ناراض ہوتا ہو' تو اس کی ناراضگی کو رضامندی میں بدلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اپنے مسائل واختلاف کو حل کرنا چاہیئے؛

کہیں بڑا ہے تو اللہ کے لئے چھوٹا بن جائے، کہیں اپنا حق بنتا ہے تو اللہ کے لئے چھوڑ دے۔

یہ **اللہ کی رضا کا فکر مند** آدمی کرسکتا ہے، یہ کام اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ذہن رکھنے والا شخص ہی کرسکتا ہے۔ ورنہ آپ دیکھئے اپنا سماج کیسا ہے؟ ہم آپ کیسے ہیں؟ ہمارا دل جس چیز اچھا نہیں سمجھتا، ہم جس چیز پر راضی نہیں ہیں' تو نہیں راضی ہیں، ہمیں اطمنان نہیں ہے، شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ جبکہ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ وہ کام شریعت کے مطابق ہے کہ نہیں ہے۔

شریعت کہتی ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے آپ اپنی رضا کو کچلو، آپ اپنے نفس کو کچلو، اپنے دل وخواہشات اور نفس کی مرضی کو شریعت کے تابع کرو، اگر ایسا نہیں کرسکتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس غالب ہے، نفس کی حکومت ہے، حالانکہ نفس پر اللہ کی حکومت غالب ہونی چاہیئے، اور ہمارا دل و دماغ' اللہ کی فرمابرداری کے لئے راضی ہونا چاہیئے۔

انسان کی مضبوطی ایمان میں ہے:

دینی بھائیو! ہم انسان ہیں، بشر ہیں، ہمارے جذبات ہیں، ہم بہت کمزور ہیں، بہت سارے موقعوں پر ہم جذبات کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں،لیکن ایمان ہمیں بیدار کرتا ہے،ایمان ہمیں کنٹرول کرتا ہے، جب ہمارے قدم ادھرادھرلڑکھڑانے لگتے ہیں، بھکنے لگتے ہیں' تو ایمان ہمیں کنٹرول کرلیتا ہے، ہم بشر ہیں اور ہمارے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے،رات دن ہمارے قدم کوصحیح راستے سے ہٹا کرغلط راستے پرلگا دینا چاہتا ہے،لیکن ایمان جب اندر سے کچوکا دیتا ہے، ایمان ہمیں یاد دلاتا ہے،عہد یاد دلاتا ہے،اللہ کی بندگی کا تقاضا یاد دلاتا ہے،اور ہمارے اندر کا ضمیر جب یاد دلاتا ہےتو آدمی فوراًرک جاتا ہے،کھڑا ہوجاتا ہے' کہ یہاں اللہ کےحکم کی خلاف ورزی ہورہی ہے،یا خلاف ورزی ہونے جارہی ہے،لہذافوراًچوکنا ہوجاتا ہے،وہ اس وقت یاد کرتا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں،ہم اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

مومن کی بلند سوچ:

اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کو اپنی پسند ناپسند کی ساری باتیں بتائی ہیں کہ وہ کہاں خوش ہوتا ہے اور کہاں ناراض ہوتا ہے،کہاں اللہ کی خوشی ہے اور کہاں اس کی ناراضگی ۔لہذا جب تک ہم یہ نہیں سوچیں گےکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کن چیزوں میں ہے،اللہ کیسے خوش ہوتا ہے،یا کیسے خوش ہوگا' تب تک ہم مومن نہیں ہوسکتے ،مومن ہمیشہ اور ہر وقت اللہ کی خوشنودی ڈھونڈھتا ہے،اس کا دل تبھی خوش ہوتا جب اللہ کی خوشی ڈھونڈھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑے لوگوں سے بڑی قربانیاں چاہتا ہے:

ذراغور کیجئے کہ کیا وہ کوئی معمولی حادثہ تھا؟انسانی تاریخ کا بہت بڑا حادثہ تھا،کہ ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی نے منافقوں کے پروپیگنڈے کا ساتھ دے دیا تھا،بشری کمزری آگئی ،اور وہ پروپیگنڈے میں آگئے، بات کی اصل حقیقت کونہیں سمجھ سکے۔

-سماج میں ہوتے ہیں ایسے لوگ' جو مسئلے کو اس کی گہرائی تک جا کر سمجھنے کے بجائے اوپر اوپر تیرتے ہیں،اور اوپر اوپر چلے جاتے ہیں-۔

دیکھئے تہمت لگائی عبداللہ بن اَبی اور اس کے منافق نیٹورک نے،اور اس پروپیگنڈے میں پڑکر ابوبکر رضی اللہ عنہ

کے خالہ زاد بھائی مسطح نے بھی وہی زبان دہرادی۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ان کا خالہ زاد بھائی کون تھا؟ ان کا خالہ زاد بھائی غریب تھا، ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کی کفالت کرتے اور اس کا گھر جلاتے تھے،-آپ تاجر تھے، مالدار تھے، ان کا گھر چلاتے تھے-لیکن اس شخص نے پروپیگنڈے کا اثر لے کر کے وہی بات کہہ دی جو جھوٹوں نے بنائی اور پھیلائی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: "وَاللَّهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ فِي عَائِشَةَ"، میں آج سے مسطح پر خرچ نہیں کروں گا، کیونکہ اس نے عائشہ کے متعلق تہمت لگائی ہے۔ لیکن اللہ کو ان کی شان کے مطابق یہ چیز پسند نہیں آئی۔

دینی بھائیو! ہم سب مقام و مرتبے کے حساب سے برابر نہیں ہیں، ہر ایک کی شان ہوتی ہے، ہر ایک کا الگ الگ مقام ہے، ہم میں کچھ لوگ ہیں جو خاص ہوتے ہیں، اللہ کے بندوں میں کچھ کا درجہ بلند ہوتا ہے، اور جس کا مقام جتنا بڑا ہوتا ہے، تو ان کی بڑائی کے حساب سے اللہ تعالیٰ قربانی چاہتا ہے، تم بڑے ہو تو تمہارا رول بھی بڑا ہونا چاہئے، تم چھوٹا کام نہیں کرسکتے، تم چھوٹی بات نہیں کرسکتے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے صاحبِ مقام سے صادر یہ بات اللہ کے نزدیک چھوٹی ہوگئی کہ وہ جو خرچ دیتے تھے اب نہیں دیں گے، کیونکہ اس نے ہمارے ساتھ غلط بیہوار کردیا، حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگادی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگادیا، اب ہم خرچہ نہیں دیں گے۔ حالانکہ خرچہ دینے کا تعلق اس سے نہیں تھا، "كَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بن أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ منه وَفَقْرِهِ" خرچہ کا تعلق تو غریبی و مفلسی سے تھا، محتاجی سے تھا، اس لئے اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی، چنانچہ فرمایا: صدیق کائنات کا مقام اس سے بلند ہے، صدیق کائنات کو اپنے خالہ زاد بھائی کو معاف کردینا چاہئے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت اتار دی۔ ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النور:۲۲]

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلایا اور کہا تمہارے تعلق سے قرآن میں آیت اتری ہے، اللہ نے وحی بھیجی ہے، وہ پوچھتا ہے کہ: ﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ﴾، اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اے ابو بکر! کیا تمہیں اللہ کی بخشش نہیں چاہئے؟ اس کے بدلے میں کہ تم اپنے ایک رشتے دار کی غلطی کو معاف کردو، اور اس کی غربت کے ناطے جو تم اس کا خرچ

چلاتے تھے چلاؤ۔

آپ سوچیئے! کہ ہمارے ساتھ کوئی ایسا کرے جو ہمارے تعلق کا ہو، ساتھی ہو، رشتہ دار ہو، کوئی چھوٹا بڑا ہو، اس طرح کی جھوٹی تہمت کی حرکت کر جائے تو کیا ہم کبھی معاف کر سکتے ہیں؟

ہمارا عام حال، عام تجربہ یہی ہے کہ ہم نہیں معاف کر سکتے، لیکن جس کو اللہ کی رضا اور معافی کی تلاش ہوتی ہے تو وہ اس لئے معاف کر دیتا ہے کہ اللہ سے اس کو معافی کی تلاش ہے، اس کی مرضی اور مغفرت کی تلاش ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی مجلس میں کہتے ہیں: یارسول اللہ! ''وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِي، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ: لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا'' میں نے مسطح ابن اثاثہ کو معاف کر دیا، اور میں ایسے ہی اس کی کفالت کروں گا، جیسے تہمت لگانے سے پہلے کرتا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے راضی ہے۔ [دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑے لوگوں سے بڑی قربانیاں چاہتا ہے۔

✷ یہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے پاس ایک شخص آیا اور انہیں برا بھلا کہنے لگا، مجلس میں پیارے نبی ﷺ میں بھی بیٹھے ہیں، تعجب کر رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں، ایک بار کہا دو بار کہا اور تیسری بار کہا، کہ تم ایسے ہو ویسے ہو یعنی ایک طرح سے اس نے بدکلامی کی، تیسری بار جب بدکلامی کیا، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دے دیا، پیارے نبی ﷺ مجلس سے غصہ ہو کر اٹھ گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: یارسول اللہ! ابھی تک یہ شخص اتنا کچھ کہتا گیا، لیکن آپ بیٹھے تھے، سن رہے تھے، اور جوں میں نے جواب دیا، آپ مجلس سے اٹھ گئے؟

پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''ابو بکر! تمہارا مقام بہت بلند ہے، تمہیں جب وہ شخص برا بھلا کہہ رہا تھا، تو اس کا جواب اللہ کی طرف سے فرشتہ دے رہا تھا، کہ تم جھوٹے ہو، ابو بکر تو بہت بلند ہیں، تمہاری تہمتوں سے، تمہاری بدکلامیوں اور الزامات سے بہت بلند ہیں، تمہاری طرف سے ڈفنس اور دفاع اللہ کا فرشتہ کر رہا تھا، لیکن جب تم نے جواب دے دیا، تو تمہارے درمیان شیطان آ گیا کہ اس مسئلے کو اور بھڑکا دو۔ تو بھلا میں شیطان کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتا تھا''۔ [مسند أحمد: ۹۶۲۲، وجودہ الألباني]

معلوم ہوا کہ جو لوگوں میں بڑے ہوتے ہیں، اور جو دردمند اور لالچی ہوتے ہیں، وہ اس بات کی فکر کرتے ہیں

انہیں بلند مقاصد حاصل ہوں، اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے یہی چاہتا ہے' کیونکہ ان کا مقام بلند ہے، ہم ایمان والے ہیں ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے درجے بلند ہیں، یا ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے درجے بلند ہوں، اور ہم اللہ کے دین کی نسبتوں پر زندہ ہیں، تو ہم سے موقع بہ موقع، قدم قدم پر جب اللہ تعالیٰ کی مرضی اور عدم مرضی کا مسئلہ آئے تو دیکھنا چاہئے کہ اللہ راضی کس میں ہے!!

جنت کا سودا بہت مہنگا سودا ہے:

میرے بھائیو! اللہ کی جنت اور اس کی مرضی کا سودا کوئی سستا سودا نہیں ہے، بہت مہنگا سودا ہے، اس کے مقابل میں جان ومال کی ساری قربانیوں کی حیثیت کچھ نہیں ہے، اگر اللہ کی مرضی مل جائے تو ہماری جان کی کیا قیمت ہے؟ ہمارے مال کی کیا قیمت ہے؟ ہم سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، رحم کردے' یہ جذبہ اور فکر ہونی چاہئے اور اس کی تلاش ہونی چاہئے۔ جب مومن اس کی تلاش کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ وہ خو رحمت الٰہی کے بغیر جنت نہیں حاصل کرسکتا، بھلا بتائیں! کیا اپنی جان دے کر جنت خریدی جاسکتی ہے؟ کیا اپنا مال دے کر کے جنت خریدی جاسکتی ہے؟ نہیں خریدی جاسکتی، لیکن ہماری نیتوں اور اعمال کو دیکھ کر جب اللہ کی رحمت غالب ہوگی' تب اللہ ہمیں جنت دے گا، بندے کو اللہ کی جنت پانے کی فکر اس کی رضا کے ساتھ ڈھونڈنا چاہئے' کہ اللہ راضی کس میں ہے؟

مثال کے طور پر ہم یہاں اللہ کے گھر میں اتنی بڑی تعداد میں حاضر ہیں، ہم میں کا ہر آدمی سوچے، گریبان میں سر ڈال کر کے سوچے کہ کیا کوئی کسی کو اللہ کے لئے معاف کرتا ہے؟ کیا کسی کی زیادتی اور غلطی کو اس لئے نظر انداز کر دیتا ہے' کہ جانے دو، کہیں اپنے حق دستبردار ہوتا ہے' کہ چھوڑ دیتا ہوں اپنا حق، تا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے؟

میرا اپنے کسی حق سے دستبردار ہونے سے، میرا کسی منصب سے دستبردار ہونے سے، اگر مسئلوں کا حل نکلتا ہو تو میں ہٹ جاتا ہوں، اللہ راضی ہو جائے، مجھے انتشار وخلفشار نہیں قبول ہے، ایسا ہم میں کتنا سوچنے والے موجود ہیں؟؟

میں اپنے آپ کو بھی اس نصیحت کا محتاج سمجھتا ہوں، اور آپ سب کو بھی نصحیت ہے، یہ وصیت ونصیحت اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہے، ہم دہرائیں، آپ اس کو دہراؤ، بیان کرو، تذکیر ونصیحت کرو، لیکن ہے یہ اللہ اور اس کے رسول کی نصیحت۔

پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

”أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا“ [سنن أبي داود: ۴۸۰۰، سنن الترمذی: ۱۹۹۳، وحسنہ الألبانی] جو شخص جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے' میں اس کے لئے بیچ جنت میں ایک محل کی ضمانت لیتا ہوں۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ اس طرح راضی ہوتا ہے۔لیکن جھگڑوں کو طول دینا، جھگڑوں میں نفسانیت کا داخل ہو جانا، وہاں نفس اور من کی بات میں آجانا، آنانیتوں کا آجانا صحیح نہیں، جہاں انانیت آتی ہے وہاں شیطان اپنے جان ومال کے ساتھ آکر کے مسئلے کو اور تباہ کرتا ہے۔

مومن کا مقام بلند ہے، لہذا اس کی نگاہ بھی بلند ہونی چاہئے:

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ ایک مومن کو جو اللہ تعالیٰ نے مقام دیا ہے وہ بہت بلند ہے، ہم میں جو بڑے ہیں وہ اللہ کے فضل سے بڑے ہیں، اور وہ اللہ کے فضل سے منتخب ہیں، دین میں اللہ تعالیٰ نے انہیں چنا، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے چنا کسی کو علم کی بنیاد پر چنا کسی حیثیت سے انہیں عام لوگوں سے بڑا بنایا، اور جن کو اللہ نے بڑا بنایا ان کی نگاہ بلند ہوتی ہے، ان کا مقصد بلند ہوتا ہے، وہ چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں کبھی نہیں الجھتے، وہ بڑے بڑے ٹارگیٹ کی بات' اپنے لئے، امت کے لئے، اپنی جماعت کے لئے، قوم کے لئے، ساری انسانیت کے لئے سوچتے ہیں، وہ دین و دنیا کی بھلائی کی بات سوچتے ہیں، وہ چھوٹے چھوٹے مسئلوں میں پڑ کر بڑے بڑے مسئلوں سے دستبردار نہیں ہوتے۔

آپ ﷺ کی سیرت ہمارے سامنے ہے، قرآن کہتا ہے کہ: ﴿لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ﴾ [التوبہ: ۱۲۸]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ رسول جو تمہیں میں سے، تمہارے بیچ سے آیا ہے، تمہارا اپنا ہے، جس جس مسئلہ میں تم کو پریشانی ہوتی، وہاں وہاں یہ رسول بے چین ہو جاتا ہے، تمہارے لئے بڑا لالچی ہے، یہاں اللہ تعالیٰ کفار سے مخاطب ہے کہ اے اہل کفر تمہارے لئے یہ رسول بڑا لالچی ہے، کہ تم گمراہ ہوئ ہدایت پر آجاتے، تم کفر کرتے ہوئ ایمان قبول کر لیتے، تم میری رسالت کے منکر ہوئ میری رسالت کا اقرار کر لیتے، تم حق وسچائی قبول کر لیتے، اپنے ہاتھوں سے معبود بناتے ہو اور معلوم نہیں انیک معبودوں کی تم بندگی کرتے ہوئ ایک اللہ کی بندگی پر آجاتے، اتنا لالچی ہے،

تمہارے دین کے لئے لالچی ہے اور تمہارے دنیا کے لئے بھی۔

ذرا دیکھو یہ رسول تم سے کیا کہتا ہے: کہتا ہے کہ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا" [مسند أحمد: ۱۶۰۲۳] لوگو! لا الہ الا اللہ کہو اور خالص اللہ کی بندگی کے عقیدے پر آجاؤ تمہاری دنیا بھی کامیاب ہو جائے گی، اور تمہاری آخرت بھی، اتنا لالچی ہے یہ رسول۔

کیا کبھی ہم اس نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے جو کہیں بہک گیا ہو، ہم میں جو کوئی بگڑ گیا ہو، ہم میں جو کوئی صحیح راہ سے بھٹک گیا ہو، ہمارا کلمہ پڑھنے والا بھائی ہو صحیح عقیدے سے ہٹ گیا ہو، صحیح طریقے سے ہٹ گیا ہو، کیا کبھی ہم اتنا فکر کرتے ہیں کہ کاش یہ صحیح عقیدہ پر آجاتا؟ کاش یہ مسلکِ محمد ﷺ پر آجاتا؟ کبھی فکر اس انداز کی کرتے ہیں؟

ہمارے رسول جو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں، جن کا طریقہ ہمارے لئے راہ عمل ہے، اور جن کے طریقے پر ہماری نجات کا مدار ہے، ہمارے رسول کی عادت وصفت اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے یہ تو کفار کی گمراہی پر تڑپتا ہے کہ کاش یہ ہدایت پر آجاتے۔

غور کیجئے کہ آپ ﷺ کی سوچ کتنی بلند ہے، وہ بلند سوچ کا ہی نتیجہ تو تھا کہ جب آپ ﷺ کو میدان احد میں زخمی کیا گیا، اور آپ کو جب طائف میں اوباش گنڈوں نے وہاں کے بڑوں کے للکارنے پر مارا، آپ کو اتنا زخمی کیا کہ آپ ایک نخلستان (باغ) میں گر گئے، اور پورا جسم خون سے لہولہان، جوتے خون سے بھر گئے، ایسی حالت کہ آپ سوچئے کہ کسی کو پتھر سے مار کر کے زخمی کیا گیا ہو اور وہ ڈھیر ہو جائے تو حالت کیا ہوگی، اس کے باوجود بھی رسول ﷺ کی بلند سوچ اور مقصد دیکھئے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جو لوگ منتخب ہوتے ہیں، جو لوگ بڑے مقام کے لئے ہوتے ہیں، ان کی نظر اور مقصد بہت بڑی ہوتی ہے، وہ مقصد پر نظر رکھتے ہیں، کہ بڑا مقصد ہمیں کیسے حاصل ہوگا؟

اللہ کے نبی ﷺ کے پاس اللہ کے حکم سے پہاڑ کا فرشتہ آ گیا، آپ کی مرضی پوچھتا ہے کہ کیا آپ چاہتے ہیں ان دشمنوں کو، ان پتھر برسانے والے ظالموں کو ان کی قوم کے ساتھ کچل دیا جائے، پیس دیا جائے، دو پہاڑوں کو ملا دیا جائے اور اس کے بیچ میں یہ ختم کر دئے جائیں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے، وہ مجھے نہیں جانتے۔

کتنے لوگ حقیقت سے غافل ہوتے ہیں، پھر بھی غلط فہمیوں میں بڑے بڑے فیصلے کر جاتے ہیں ۔ ہمارا نبی ﷺ پتھر مارنے والوں اور ان کی قوم کے بارے میں کہتا ہے: اے اللہ انہیں ہدایت دے دے، انہیں صحیح راہ دکھا دے، یہ مجھے نہیں جانتے' کہ میں ان کے پاس دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت لے کے آیا ہوں ۔

صرف ایک اللہ کی بندگی کا عقیدہ یہ ضمانت ہے دنیا و آخرت کی کامیابی کا، اور یہ ضمانت رسول لے کر کے آیا ہے، رسول موجود ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: نہیں میں اس قوم کو تباہ کئے جانے سے راضی نہیں ہوں ۔

ہمیں ایک بول بھی برداشت نہیں ہوتی ۔ کوئی کس بیک گراؤنڈ میں کچھ کہہ دیا، کیا سمجھ کے کہہ دیا، سننے والا غلط فہمی میں مبتلا ہے، صحیح صورت حال اس کے سمجھ میں نہیں آئی، صحیح صورتِ حال کو آدمی جانتا بھی نہیں ہے، بس کہہ دیا جو کہہ دیا ۔

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ایمان لائے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد ایمان لے آئے، طائف کو اگر کچل دیا گیا ہوتا، طائف کی ساری بستی کو اگر ختم کر دیا ہوتا' تو وہ مقصد نہیں حاصل ہوتا' جو آپ کے سامنے تھا اور آپ کی نظر تھی' کہ یہ ہمارے ساتھ جو آج دشمنی کر رہے ہیں ہوسکتا ہے یہ نہیں تو ان کی اولاد ایمان لے آئے ۔ [دیکھئے کتب سیرت]

دینی بھائیو! اللہ کی رضا حاصل کرنے والے بندے کا مقصد بہت بڑا اور بلند ہوتا ہے، اللہ کی رضا کا ڈھونڈھنے والا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' وہ بہت عجیب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جس چیز سے راضی ہوتا ہے' بندہ اس پر راضی رہنے کے لئے پورے طور پر خود کو آمادہ کرتا ہے، اس کو یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے کہ کیسے اللہ کو راضی کرلوں؟

نواسے کی وفات پر صحیح عقیدہ کی نمائندگی:

اللہ کے نبی ﷺ کو خبر ملی کہ ان کے کسی نواسے یا نواسی کی حالت بہت خراب ہے، بالکل آخری حالت ہے، آپ پہونچے دیکھا بہت حالت خراب ہے، پھر موت واقع ہوگئی، تو آپ فرماتے ہیں: ''إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ''۔ [صحیح البخاری: ۱۲۸۴، صحیح مسلم: ۹۲۳]

جو لے لیا وہ اللہ کا تھا، اور جو ہے وہ بھی اللہ کا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

دل کو مضبوط کر کے اس طرح کون کہہ پائے گا؟ نواسا ہے، بیٹی کی اولاد ہے، اور اتنی مضبوطی کے ساتھ صحیح عقیدے کی نمائندگی ہو رہی ہے' کہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ اولاد تھی لے لیا، اور جتنا کچھ ہمارے پاس باقی ہے، وہ بھی سب اللہ کا ہے۔

آدمی بیمار ہوتا ہے تو ایمان نہیں بچا پاتا ہے، غریب ہوتا ہے تو غریبی میں ایمان نہیں بچا پاتا، امیر ہوا تو کسی کو سمجھتا نہیں ہے، عام طور پر ایسی صورت حال ہو جاتی ہے، الا من رحم ربک

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کی بلند سوچ:

جس کا ذہن اور دل اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور تعلیم کے مطابق ہے، تو بڑے سے بڑا ہو کر کے بھی وہ اللہ کا فرمابردار رہتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کتنے امیر تھے، بہت امیر تھے، ان کی وفات جب ہوئی، تو ان کے سونے کی وراثت کو کلہاڑی سے کاٹ کر وارثوں میں تقسیم کیا گیا، اتنے بڑے تاجر تھے، لیکن ایک موقعہ پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں اچھا بتاؤ: ”إِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّومُ، أَيُّ قَوْمٍ أَنْتُمْ؟“ جب قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فتح ہو جائیں گی، جب ایران و روم فتح ہو جائیں گے، اور یہ سب تمارے قدموں میں آجائیں گے تو تم کیسے رہو گے؟ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”نَقُولُ كَمَا أَمَرَنَا اللهُ“ ہم ویسا ہی رہیں گے جیسا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، ایسے ہی اللہ کا فرمابردار رہیں گے جیسے آج ہیں، اگر اللہ تعالیٰ حکومتیں بھی دے دے، تب بھی ہم ویسا ہی رہیں گے جیسا کہ آج ہیں۔ [صحیح مسلم: ۲۹۶۲]

✷ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک دن افطار پر بیٹھے تھے کہ غزوۂ اُحد کی بات یاد آگئی کہ وہاں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، امیر حمزہ شہید ہوئے، جبکہ وہ مجھ سے کہیں درجہ بہتر تھے، لیکن ان کو کفن دینے کے لئے اتنا کپڑا نہ تھا کہ انہیں سر سے پاؤں تک کفن پہنایا جاسکے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: سر کی طرف کفن کھینچ لو اور پیر کی طرف جتنا کھلا رہتا ہے اس پر گھاس ڈال دو، آپ افطار کے وقت یہ سوچ کر کے رونے لگے کہ ”أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا - وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ“۔

ہمیں کس قدر دنیا عطا کر دی گئی ہے، اے اللہ تو نے ہمیں کتنا مال دے دیا ہے، جبکہ وہ ہمارے بھائی اتنی بڑی قربانیوں کے ساتھ اسلام کی راہ میں جہاد کر کے گئے، تو کفن بھی میسر نہیں تھا، کہیں اے اللہ تو نے مجھے آخرت کے بدلے میں دنیا تو نہیں دے دیا؟ اللہ! مجھے آخرت کے بدلے میں دنیا نہیں چاہیئے۔ [دیکھئے: صحیح البخاری: ۱۲۷۵]

مومن آخرت کے بدلے میں دنیا نہیں چاہتا، دنیا دے کر کے آخرت چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللهَ

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ [التوبة:١١١]

ایمان والوں کا جان ومال تو جنت کے بدلے ہے، اللہ کی رحمت ہوگی، اور بندہ جب جان ومال کو اس کی مرضی وخوشی کے لئے لگائے گا' تو اللہ جنت دے گا، لیکن جنت چلی جائے دنیا کے لئے، جذبات کے لئے، انانیتوں کے لئے' یہ بہت گھاٹے کا سودا ہے۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور تقرب الٰہی کا نرالا انداز:

دینی بھائیو! اسی لئے جو اللہ کے نیک بندے تھے' انہیں اللہ کی رضا کی فکر تھی۔

قرآن کی آیت اترتی ہے: ﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ﴾ [آل عمران: ۹۲] جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے' ہرگز بھلائی نہ پاؤگے۔

تو ایک صحابی یعنی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! یہ میرا باغ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے اللہ کی راہ میں دے کر اللہ کے یہاں تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں، اللہ کے یہاں اجر وثواب چاہتا ہوں۔

[صحیح البخاری: ۱۴۶۱، صحیح مسلم: ۹۹۸]

ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کی کامیاب تجارت:

اسی طرح ابوالدحداح رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا واقعہ بھی بڑا مشہور ہے، حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے کھجور کے ایک درخت کے بدلے اپنا کھجور کا باغ صدقہ کردیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بدلے جنت کے ایک درخت کی بشارت سنائی تھی، جنت کا یہ قیمتی سودا کرنے کے بعد آپ جب گھر پہونچے، بیوی کو ساری صورت حال سے باخبر کیا، اور کہا: اے ام الدحداح! باغ سے باہر نکل جاؤ، میں نے یہ باغ جنت میں ملنے والے کھجور کے ایک درخت کے عوض فروخت کردیا ہے، وہ مومنہ خاتون تھیں، کہتی ہیں: ''رَبِحَ الْبَيْعُ، أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا'' آپ نے بہت اچھی تجارت کی ہے، بہت کامیاب سودا آپ نے کرلیا، کیونکہ آپ نے ایسا اللہ کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے کیا۔ [مسند أحمد: ۱۲۴۸۲، وصححه الألبانی]

آپ بتائیے! کون ایسا بول پائے گا؟ جن کا ایمان کمزور ہو، جن کا نقطۂ نظر کمزور ہو، جن کو اللہ کی رضا اور آخرت کی لالچ نہ ہو، نہیں کر پائے گا۔

صدقہ لینے والے کا شکریہ:

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک آدمی کے بارے میں سنا، لوگ بیان کر رہے ہیں کہ اس شخص کے پاس جب کوئی مانگنے والا چلا جاتا، اپنی ضرورت اور غرض بیان کرتا، تو وہ شخص کہتا مجھے چن کر کے آپ آئے مجھ سے مانگنے کے لئے، آپ کا شکریہ، جزاک اللہ خیرا، میرے پاس تم اپنی ضرورت پر آئے اور مجھے موقع دیا، کہ میں تجھے کچھ دے کر اللہ کے یہاں رضامندی حاصل کرلوں، جزاک اللہ خیرا۔ ایسا نقطۂ نظر کس کا ہوتا ہے؟

ایسا وہی سوچ سکتا ہے جس کا مقصد بلند ہو:

اسی طرح ایک تابعی ہیں مَرثَد بن عبداللہ مزنی، وہ جب بھی مسجد آتے تو اپنے ساتھ صدقہ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ضرور لاتے، ایک دن وہ مسجد آئے تو اپنے ساتھ ایک پیاز لے آئے، ان کے پاس موجود ایک شخص نے کہا: ابوالخیر! آپ اس پیاز کا کیا کریں گے؟ یہ تو آپ کے کپڑوں کو بدبودار کردے گا، انہوں نے کہا: بھتیجے! اللہ کی قسم! آج میرے پاس گھر میں صدقہ کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چیز نہیں تھی، اس لئے یہی لے آیا، پھر وہ صدقہ کے اس قدر اہتمام کی وجہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ کے ایک صحابی نے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کے ہاتھ کا کیا ہوا صدقہ' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں سایہ بن جائے گا، اس کے ذریعہ اسے اللہ کے عرش کا سایہ ملے گا۔ [مسند أحمد: ۲۳۴۹۰، صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۳۲، وقال الألبانی: حسن صحیح]

آپ سوچئے کہ آخر ایسا کون سوچ سکتا ہے؟ ایسا وہی سوچ سکتا ہے جس کا مقصد بلند ہو۔

ایک آدمی کا واقعہ اور اس کی مخلصانہ سوچ:

اللہ کے نبی ﷺ نے واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص رات میں ایک تھیلی لے کر نکلا، کہا کسی ضرورت مند کو رات میں دے دوں، لمبا واقعہ ہے، دے دیا، اس کے بعد صبح کو بتایا گیا کہ کسی نے آج رات کسی بے سوا عورت کو صدقہ دے دیا ہے، دوسری بار انجانے میں کسی چور کو دے دیا، تیسری بات انجانے میں کسی مالدار کو دے دیا۔۔ ذرا دیکھئے جس کی نظر بلند ہوتی ہے وہ کیا کہتے ہیں؟ ۔ کہتے ہیں ہوسکتا ہے بدکاری کرنے والی عورت مجبوراً کرتی ہو، ممکن ہے میری تھیلی اس کے کام آجائے اور برائی چھوڑ دے، اور ہوسکتا چوری کرنے والا مجبوراً کرتا ہو اور مجھ سے مال ملا ہے تو ممکن ہے چوری چھوڑ دے، ہوسکتا ہے دولت مند جس نے میری تھیلی لے لی، ہوسکتا اس کے اندر کا ضمیر یہ کہے کہ

ایک امیر دیتا ہے اور تم دولت مند ہو کر لینے والے بن گئے، تو اس کا ضمیر اندر سے جھجھوڑے کہ تم کیوں نہیں دینے والے بن جاتے۔ [دیکھئے: صحیح البخاری: ۱۴۲۱]

میرے بھائیو! جن کا مقصد بلند ہوتا ہے وہ ایسے ہوتے ہیں۔

دعائیہ کلمات:

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ دے، رب العالمین سب کو فکرمند بن کر کے زندگی گزارنے کی توفیق دے، رب العالمین ہمیں اپنا بندہ بن کر جینے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کی، خواہشات کی غلامی سے بچائے، رب العالمین اپنے بڑوں کی عزت کی توفیق دے، اپنے علماء کا مقام پہچاننے کی توفیق دے، اور جو لوگ ہمارے پیچ چھوٹے ہیں ان کے ساتھ شفقت کی توفیق دے، اور اے اللہ! جب تک ہم زندہ رہیں تیری فرمابرداری اور تیرے رسول کی راہ پر رہیں اور جب بھی ہماری موت ہو تو اسی راہ پر ہو، اور جو ہمارے کمزور بھائی ہیں، مشکلات سے گھرے ہیں، اے اللہ ان کی مشکلات کو آسان کر دے، اور مسلمانوں کے حالات کو بہتر بنا دے، ملک میں مختلف قسم کے حادثات وحالات، اور مسائل ہیں اے اللہ جہاں بھی لوگ جس طرح کے بھی آسمانی، انسانی مشکلات میں مبتلا ہیں اللہ انہیں تو اپنی رحمت خاص سے نجات دے دے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین

ہماری اہم مطبوعات
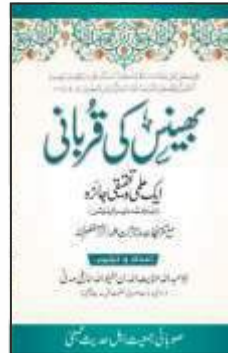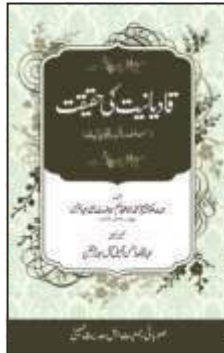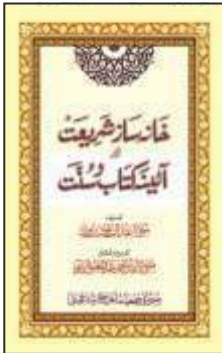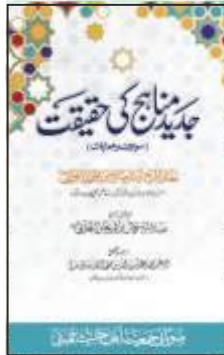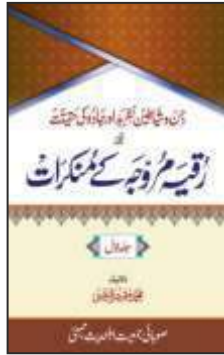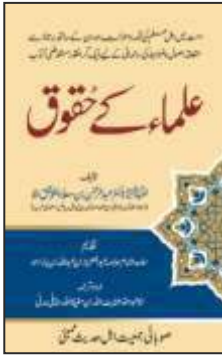
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
● Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com